مسلم پرسنل لا کی صحیح نوعیت و اہمیت

مسلمانوں کے لئے مسئلہ کی تشریح و تفہیم، مسئلہ کا حقیقت پسندانہ تجزیہ،
اور ملک کے دانشور اور انصاف پسند طبقے کو دعوتِ فکر

(یعنی خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ
کانفرنس کلکتہ منعقدہ ۶، ۷ اپریل ۱۹۸۵ء)

از

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

آفس آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ
خانقاہ رحمانیہ مونگیر۔ بہار

www.abulhasanalinadwi.org

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

بار دوم

۱۴۰۶ھ — ۱۹۸۵ء

کتابت _____ ظہیر احمد کاکوروی

طباعت _____ لکھنؤ پبلشنگ ہاؤس (آفسٹ)

صفحات _____ ۲۴

قیمت _____

باہتمام

محمد غیاث الدین ندوی

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ

طابع وناشر

آفس آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

خانقاہ رحمانیہ۔ مونگیر۔ بہار

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ و تعارف

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

پیش نظر مقالہ وہ خطبہ ہے جو مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ، (صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ) نے آل انڈیا مسلم پرسنل لا کانفرنس منعقدہ کلکتہ ۶، ۷، ۸ اپریل ۱۹۸۵ء میں بحیثیت صدر بورڈ کے ۶ اپریل کو بورڈ کے اجلاس میں زبانی ارشاد فرمایا تھا، اس اجلاس میں مسلمانانِ ہند کی تمام دینی و سیاسی جماعتوں، مسلم تنظیموں، اور مختلف مکاتبِ خیال کے ذمہ داروں، مسلم دانشوروں، اور سربرآوردہ علماء اور قانون دانوں کی ایک بڑی تعداد شریک تھی، تقریر ریکارڈ ہوگئی تھی، کیسٹ سے نقل کرانے اور مولانا کی نظر ثانی کے بعد اس خیال سے شائع کیا جارہا ہے کہ اس میں مسئلہ کے اصولی و بنیادی پہلو آگئے ہیں اور مسلم پرسنل لا کے متعلق غلط فہمیوں کا پس منظر اور ان کی

www.abulhasanalinadwi.org

نفسیات، الٰہی و آسمانی قانون اور دینوی و انسانی قانون کے درمیان نازک فرق اور یکساں سول کوڈ کے ملکی اتحاد کی راہ میں غیر مؤثر و غیر منطقی ہونے کی وضاحت ایسے دل نشیں انداز میں ہوگئی ہے جس سے نہ صرف حقیقت پسند غیر مسلم حضرات بلکہ خود مسلمانوں کو بھی اس مسئلے کے بارے میں صحیح روشنی اور رہنمائی حاصل ہو سکے گی۔

افسوس ہے کہ کیسٹ کے تاخیر سے حاصل ہونے اور مولانا کے مسلسل سفروں کی وجہ سے رسالے کی اشاعت میں غیر معمولی تاخیر ہوگئی ہے، پھر بھی وہ ایک فکر انگیز، بصیرت افروز، اور ایک تاریخی دستاویز ہونے کی بنا پر مستقل افادیت اور قدر و قیمت کا حامل ہے، اس لئے امید ہے کہ اسے پوری توجہ اور اہمیت کے ساتھ پڑھا جائے گا۔

شمس تبریز خاں

رفیق مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ

۲۶ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ

۱۶ جون ۱۹۸۵ء

www.abulhasanalinadwi.org

خطبۂ صدارت

اجلاس مسلم پرسنل لا بورڈ۔ کلکتہ

(۶/ اپریل ۱۹۸۵ء)

خطبۂ مسنونہ کے بعد۔

حضرات! سب سے پہلے میں اس بات پر معذرت کرتا ہوں کہ میں اس اہم موقع پر کوئی لکھا ہوا خطبہ پیش نہیں کر رہا ہوں، میں تھوڑے تھوڑے وقفہ سے اندرونی اور بیرونی سفروں میں مشغول رہا، اور مسلسل انہماک اور مصروفیت رہی لیکن اس غیر ارادی اور اضطراری کوتاہی میں خیر کا بھی ایک پہلو ہے، تیار کئے ہوئے بلند پایہ خطبہ ہائے صدارت کی افادیت اور اہمیت کو کم کئے بغیر جو اب ہماری علمی، ادبی و سیاسی تاریخ کا جزء بن گئے ہیں، میں یہ کہنے کی جرأت کروں گا کہ بعض مرتبہ خطبۂ صدارت کل کا کل یا اس کا کوئی جزء بے محل یا بعد از وقت ثابت ہوتا ہے، اور حالات میں تغیر کی وجہ سے اپنی تازگی اور برجستگی کھو چکا ہوتا ہے، اس لئے شاید اس میں بھی حکمت الٰہی کو دخل ہو کہ اس فضاء میں تازہ حالات کے مطالعہ کے بعد آپ سے براہ راست

www.abulhasanalinadwi.org

خطاب کر رہا ہوں۔

حضرات! کسی بھی مسئلہ سے اختلاف یا کسی حقیقت سے گریز اور مخالفت کا باعث صرف مخالفت کا جذبہ، عناد یا سیاسی مصالح اور مفادات ہی نہیں ہوتے، اکثر غلط فہمی یا ناواقفیت یا ناقص واقفیت (جسے میں ناواقفیت سے زیادہ خطرناک سمجھتا ہوں) اس کی ذمہ دار ہوتی ہے، افراد اور خاندانوں کی سطح پر بھی، ملتوں اور قوموں کی سطح پر بھی اور ملکوں اور سلطنتوں کی سطح پر بھی ایسی غلط فہمیاں، ناواقفیت اور ناقص واقفیت بڑے اہم اور سنگین نتائج کا سبب بنی ہے، اور قوموں، تہذیب و تمدن، سلطنتوں اور مذاہب کی تاریخ اس کی شہادتیں پیش کرتی ہے کہ بعض مرتبہ کسی غلط فہمی، ناواقفیت یا ناقص واقفیت کی بناء پر بے ضرورت جنگیں برپا ہو گئی ہیں، سلطنتیں سلطنتوں سے ٹکرائی ہیں، اور بعض اوقات وحشتیں وحشتوں سے نہیں وحدتیں وحدتوں سے ٹکرائی ہیں۔

مسلم پرسنل لا کے سلسلہ میں بھی نہ ہم کو اس کی ضرورت ہے نہ اس کا شوق ہے کہ ہم ان سب لوگوں کے بارے میں جو ملت اسلامیہ کے دائرے سے باہر ہیں، یا ان گروہوں، عناصر یا مکاتب خیال پر جو مسلم پرسنل لا کے مخالف ہیں اور جو ہندوستان پر یونیفارم سول کوڈ کے نفاذ کے داعی اور اس کے حامی ہیں، یہ الزام لگائیں کہ اُن میں مخالفت ہی کا جذبہ یا عناد

www.abulhasanalinadwi.org

کام کر رہا ہے، میرا خیال ہے کہ اس میں غلط فہمی اور زیادہ تر ناقص واقفیت کو دخل ہے۔

مسلمانوں کے عائلی قانون کی اہمیت اور صحیح حیثیت کیا ہے؟ اس کے متعلق میں دو حقیقتوں کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں اور اُن سب حضرات کو جو مسائل پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کے عادی ہیں اور ان میں حُبّ الوطنی کا جذبہ ہے اور ان کا ذہن تخریبی DESTRUCTIVE نہیں بلکہ تعمیری CONSTRUCTIVE اور حقیقت پسند REALISTIC واقع ہوا ہے اور وہ صداقت کو قبول کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں، دو بنیادی حقیقتوں کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں، اور اس مؤقر مجلس کے توسّط سے صحافت اور ابلاغ عامّہ PUBLIC MEDIA کے سنجیدہ اور ذمہ دار ذرائع سے میں اپنی آواز دور دور تک پہنچانا چاہتا ہوں۔

۱۔ مذاہب کے تقابلی مطالعہ COMPARATIVE STUDIES کی روشنی میں جس کا میں ایک طالب علم ہوں ان تمام آسمانی مذاہب کے بارہ میں کہہ سکتا ہوں جو صحیفے رکھتے ہیں، اور جن کے یہاں نبوّت کی تاریخ ہے لیکن میرے لئے زیادہ محتاط صورت یہ ہے کہ میں اس دین کی طرف سے عرض کروں جس سے میرا اور آپ کا انتساب ہے کہ اس کی ایک بنیادی حقیقت یہ ہے کہ یہ دین جو ہم تک پہنچا ہے اور جس دولت کے ہم آپ امین

www.abulhasanalinadwi.org

اور (محافظ کا لفظ تو بڑا ہے) اس دولت کے حامل ہیں، وہ دین ہمیں دانشوروں کے ذریعہ سماجی خدمتگاروں، اصلاحی کام کرنے والوں REFORMERS یا بانیانِ سلطنت کے ذریعہ نہیں پہنچا، یہ سارے گروہ قابل احترام ہیں، لیکن کسی دین میں اور کسی تہذیب، نظامِ فکر، دبستان SCHOOL OF THOUGHT اور خالص مطالعہ غور و فکر، اور تجربہ کے نتائج میں ایک حد فاصل سرحدی لکیر LINE OF DEMARCATION ہے، جو ایک کو دوسرے سے جُدا کرتی ہے، اس خط کو کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، یہ حدِّ فاصل یہ ہے کہ آسمانی مذاہب (ادیان) اُن برگزیدہ افراد کے ذریعہ پہنچے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کے منصب سے سرفراز فرمایا تھا، اور جن پر وحی آتی تھی، اس نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے خلط مبحث CONFUSION ہوتا ہے، زیادہ تر لوگ نادانستہ طریقہ پر ان مذاہب سے توقع اور بعض اوقات آگے بڑھ کر ایسی چیزوں کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں جن کی ان مذاہب میں گنجائش اور ان کا کوئی جواز نہیں، وہ بعض اوقات ان کی تشریح کا فرض اپنے ذمہ لے لیتے ہیں، اپنی وسعتِ مطالعہ اور وسعتِ نظر کے اظہار کے لئے وہ مذاہب کی ترجمانی ایسی کرنے لگتے ہیں، جیسے کہ یہ نرے فلسفے یا انسانوں کے بنائے ہوئے تہذیب و تمدن کے نظام اور سماجی تجربے اور معاشرتی نظریات ہیں، یہ ہے وہ غلطی جو نادانستہ طریقے پر بعض بڑے ذمہ دار اور

www.abulhasanalinadwi.org

سنجیدہ لوگوں سے ہوتی ہے، وہ یہ نہیں جانتے کہ دین اور غیر دین میں حدِّ فاصل اور امتیازی نشان کیا ہے؟ فلسفہ، سماجیات کا علم SOCIAL SCIENCES سوسائٹی تہذیب و تمدن CIVILIZATION اور انسانی معاشرہ یہ سب اپنی جگہ حقائق ہیں، ہم ان کا انکار نہیں کرتے ان کا احترام کرتے ہیں، اور اپنے ذمہ ان کے حقوق سمجھتے ہیں، خود مسلم ملّت ایک معاشرہ، تہذیب و تمدن اور فکر و دانش کا ایک مستقل مدرسہ SCHOOL OF THOUGHT بھی ہے، لیکن اس کی جو اصل حقیقت ہے وہ یہ ہے کہ وہ ایک دین ہے، اور اس دین کو دنیا میں پیش کرنے والے اور اس کو بروئے کار لانے والے، اس کو ہماری زندگی میں داخل کرنے والے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں، اور یہ اُن کی زبان اور اُن کا طرزِ فکر نہیں، اس کا بنیادی چشمہ ان کے دماغ میں نہیں تھا، بلکہ ان سے باہر اور ان سے بلند تھا، اور وہ ان کے لئے اسی درجہ قابلِ احترام اور قابلِ اطاعت تھا، جیسے ہمارے آپ کے لئے اور سارے اُمتیوں کے لئے وما یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝[1] (وہ خواہش نفس سے منہ سے بات نہیں نکالتے ہیں یہ (قرآن) تو حکم خدا ہے (جو ان کی طرف بھیجا جاتا ہے) مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ

---

[1] سورۃ النجم - ۳، ۴

www.abulhasanalinadwi.org

بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ[1] (آپ نہیں جانتے تھے کہ لکھنا پڑھنا کیا ہوتا ہے، ہم نے اس کو ایک نور کی طرح آپ کے سینہ میں اُتارا، اور اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور بے شک (اے محمدؐ) تم سیدھا راستہ دکھاتے ہو۔)

اچھے اچھے سنجیدہ اہل علم اور اہل فکر اس مغالطہ میں ہیں، اس پر انھوں نے اپنی عمریں گذار دیں۔ ایک کتب خانہ تیار ہوگیا، اور اس نے غیر ضروری طور پر ایک مہم اور ایک معرکہ آرائی CONFLICT کی شکل اختیار کرلی ہے، حالانکہ اس کی کوئی بنیاد نہیں، سیدھی سی بات یہ ہے کہ آپ جس دین کے ماننے والوں کو مخاطب کرتے ہیں، اُن سے توقع اور مطالبہ کرتے ہیں، ان کو مشورہ دیتے ہیں، پہلے آپ ان کا مزاج اور اُن کا امتیاز سمجھ لیں، وہ پیغمبروں کی ایک ایسی جماعت اور اس جماعت اور اس جماعت کے خاتم اور اس جماعت کے فردِ اکمل کے تابع ہیں جس کا رشتہ وحی الٰہی سے تھا، اور وہ خود وحی کا انتظار کرتا تھا، بیسیوں حدیثیں ہیں، جو میں اس وقت آپ کے سامنے پیش نہیں کرسکتا کہ لوگ پوچھنے آئے آپ نے کہا انتظار کرو، اور آپ خود انتظار کرتے رہے اور بعض مرتبہ تو ایسا ہوا کہ سائل موجود ہے اور آپ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی اور کسی صحابی نے اپنے دوست سے کہا کہ دیکھو تم دیکھنا چاہتے تھے کہ

[1] سورۃ الشوریٰ - ۵۲

www.abulhasanalinadwi.org

وحی کس طرح آتی ہے تو دیکھ لو بعض دفعہ ایسا ہوا کہ ساق مبارک کسی کی ساق پر تھی، اور وحی کا نزول شروع ہوا، وہ کہتے ہیں کہ قریب تھا کہ میری ٹانگ ٹوٹ جائے، اتنا بوجھ تھا، اس لئے کہ وحی کے ساتھ ایک بوجھ ہوتا تھا، اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس مادّی دنیا سے آپ کا رشتہ منقطع ہو چکا ہے، اور آپ کسی اور عالم میں ہیں، اور اس کے بعد آپ نے وحی کے الفاظ سُنانے شروع کئے، ایک مرتبہ کفار نے اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق سوال کیا، آپ نے وحی کا انتظار کیا، یہاں تک کہ کئی روز (پندرہ دن) گزر گئے اور کفّار کو اعتراض کا موقعہ مل گیا، جب سورۂ کہف نازل ہوئی تب اس کا جواب آیا، اور اللہ تعالیٰ نے وہ قصہ سنایا[1]، آپ نے اس طرح سنایا جیسے کوئی کتاب پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔

وحی و نبوت کا فرق اساسی فرق ہے ہمیں غیر مسلم بھائیوں اور غیر مسلم فضلا سے زیادہ شکوہ نہیں کہ وہ وحی و نبوت کے عہد سے اتنے دور ہو چکے ہیں، کہ ان کے مفہوم سے بھی بہت سے حضرات ناآشنا ہیں، بعثت محمدی سے پہلے خود عربوں کا یہی حال تھا، اس میں نہ کسی کی ذہانت کا انکار ہے اور نہ کسی کی نیت پر حملہ ہے، ایک تاریخی یا نفسیاتی تجزیہ ہے کہ جو شخص نبوت اور وحی کی حقیقت سے واقف نہیں اور یہ نہیں جانتا کہ اس کا کیا مرتبہ اور حق ہے اور اُس کے

---

[1] ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۶۶

www.abulhasanalinadwi.org

کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں، وہ کس چیز کی متقاضی ہے، وہ مسلمانوں کے بارے میں مشورہ دینے یا فیصلہ کرنے کا اخلاقی یا قانونی طور پر مجاز نہیں، عدالت میں پہلی بات یہ طے کی جاتی ہے کہ تمہیں بحث کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ یہاں بڑے بڑے تجربہ کار قانون داں موجود ہیں، ان کو پہلے اپنی سند وکالت پیش کرنی ہوتی ہے اگر معلوم ہے فاضل جج کو کہ یہ باقاعدہ قانون کے فاضل ہیں اور سند رکھتے ہیں وکالت کی، اور مقدموں میں آتے رہتے ہیں تو ضرورت نہیں لیکن پہلی مرتبہ کوئی وکیل یا بیرسٹر جائے گا تو یہ اطمینان کیا جائے گا کہ یہ قانون کا طالب علم رہا ہے، اور قانون کی سند اس کے پاس ہے یا نہیں، پھر یہ دیکھا جائے گا کہ موکل نے بھی اس کو اپنا ترجمان بنایا ہے یا نہیں، لیکن دین کا معاملہ عجیب و غریب ہے کہ اس کی حقیقت معلوم کئے بغیر اس کی تاریخ معلوم کئے بغیر، اس کی روح معلوم کئے بغیر ہر شخص اپنا حق سمجھتا ہے کہ اس کے بارے میں مشورہ دے، اور یہاں تک کہ ترمیم اور اصلاح کا مطالبہ کرے، اور اگر اس کو قبول نہیں کیا جاتا تو اس دین کے ماننے والوں پر جمود و جہالت کا الزام لگایا جاتا ہے اور ان کو کم عقل ثابت کیا جاتا ہے۔

میں اصلاً مذہب کا طالب علم ہوں، زیادہ سے زیادہ تاریخ و ادب کا طالب علم ہوں، میں کسی وقت یہ جرأت نہیں کرسکتا کہ کسی ایسے فن یا مسئلہ میں دخل دوں جس کے مبادی FUNDAMENTALS سے بھی میں ناواقف ہوں، اگر کوئی شخص سائنس کے مبادی، فزکس کے مبادی یہاں تک کہ ریاضی MATHEMATICS

www.abulhasanalinadwi.org

کے مبادی سے (جو روزمرّہ کی ضرورت ہے) ناواقف ہے تو دنیا کا کوئی پڑھا لکھا انسان اس کو اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ یہ کہے کہ فلاں ماہر ریاضی نے یہ نتیجہ جو نکالا ہے غلط ہے! لیکن کیا مذہب ہی ایک ایسی چیز رہ گئی کہ اس کے متعلق جس کا جی چاہے، جس وقت جی چاہے اور جس انداز میں جی چاہے مشورہ دیا جائے، اس کی ترجمانی کی جائے، اور اس میں خامیاں نکالی جائیں اور اس میں ترمیمات پیش کی جائیں، اس سے پورے نظام علم پر اثر پڑے گا، عصر حاضر کا سارا نظام اعتماد و اختصاص SPECIALISATION پر چل رہا ہے کیا مذہب ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے ماہرین خصوصی کی کوئی قیمت نہیں؟ پھر مذہب کی ایک زبان ہوتی ہے، مذہب کے اصطلاحات ہوتے ہیں، اس کے الفاظ کے اعماق (گہرائیاں) و آفاق (وسعتیں) ہوتے ہیں، اس کی نفسیات ہوتی ہیں، یہ ساری چیزیں جانے بغیر کوئی شخص بھی (خواہ وہ مسلمان ہو غیر مسلم ہو اور کسی گروہ کا آدمی ہو) اگر کہتا ہے کہ صاحب مسلمانوں کے عائلی قانون کا فلاں مسئلہ غلط ہے تو وہ اپنے حدود سے تجاوز کرتا ہے، وہ پورے سیاق وسباق سے ناواقف ہے اس توازن و تناسب سے ناواقف ہے جس کا لحاظ رکھا گیا ہے، آپ یہ نہیں دیکھتے کہ اگر ایک مکمل ڈھانچہ اور جامع ماحول کے متعلق کچھ کہا جاتا ہے تو اس کو مجموعی طور پر دیکھنا ہوتا ہے، حالت یہ ہے کہ چوراہے پر کھڑے ہو کر (اور یہ اخبارات بھی ایک طرح کے گھومتے پھرتے

www.abulhasanalinadwi.org

چوراہے ہیں) جس کا جی چاہتا ہے قلم اٹھا کر لکھ دیتا ہے، اس سے ایک انارکی پیدا ہوتی ہے، ذہنی انارکی سیاسی انارکی سے کہیں زیادہ خطرناک ہے، آپ نے دیکھا ہوگا کہ ملکوں کی تاریخ میں پولیٹیکل انارکی سے پہلے مینٹل انارکی اور اخلاقی انتشار پیدا ہوتا ہے، اسلام کے بارے میں ذمہ دارانہ طور پر عرض کرسکتا ہوں کہ اس کا ایک طالب علم ہوں، فاضل نہیں کہتا لیکن مانا ہوا طالب علم ہوں، اور یہ بال اسی طالب علمی میں سفید ہوئے ہیں کہ دین کے متعلق پہلے اس حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اس کا تعلق وحی الٰہی سے ہے، شریعت آسمانی سے ہے، اس کے لانے والے پیغمبر ہیں، یہودی تک اپنے دین و ملت کے بارے میں غیور واقع ہوئے ہیں، آپ کسی یہودی سے یہ کہہ کر دیکھئے کہ تمہارا یہ مسئلہ غلط ہے، تمہارا یہ قانون غلط ہے تو وہ کہے گا کہ ہمارے قانون کا تعلق شریعت موسوی سے ہے بائیبل سے ہے، ہم تو اس کے پابند ہیں، ساری دنیا بھی اگر کہے کہ یہ غلط ہے تو ہم اسے ماننے کے لئے تیار نہیں، چنانچہ آج بھی اسرائیل کا پورا نظام معاشرت، اور ان کا عائلی قانون اسی پر چل رہا ہے۔

یہودیوں کے ذکر پر مجھے ایک بات یاد آگئی، اسرائیل سے ایک پرچہ نکلتا تھا، اس میں ایک مقدمہ کی کارروائی تھی، اس میں ایک مضمون تھا کہ اسرائیل کے عرب مسلمان باشندوں نے اسرائیل کی عدالت عالیہ میں

www.abulhasanalinadwi.org

یہ رٹ دائر کی کہ ہمیں تعدّد ازواج کی اجازت دی جائے، اس لئے کہ ہمارے یہاں تعدد ازواج کی اجازت ہے، فاضل جج نے وقت مانگا، اس نے کہا کہ اسلام کے جو اوّلین ماخذ ہیں، اور جو کتابیں سند کا درجہ رکھتی ہیں، میں ان کا مطالعہ کروں گا، اسرائیل میں یہودیوں کی ایک بڑی تعداد عربی سے واقف ہے، وہ پہلے سے فلسطین میں رہتے تھے، وہ بے تکلف عربی بولتے ہیں، جج نے قرآن اور احادیث کا مطالعہ کیا، فقہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا، اس نے اپنے فیصلہ میں لکھا کہ میں بداہتاً اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تعدد ازواج کی قرآن و حدیث اور اسلامی شریعت میں کھلی اجازت ہے، اور ہم اس کا علمی و تاریخی طور پر انکار نہیں کر سکتے، لیکن چونکہ فلاں اسلامی ملک میں اس پر پابندی عائد کر دی گئی ہے، اس لئے اسرائیل کو جو ایک غیر اسلامی ملک ہے اور شریعتِ اسلامی کا پابند نہیں ضرور اس کا حق پہنچتا ہے کہ وہ یہاں کی مسلم آبادی پر پابندی عائد کرے۔

پھر اس مسئلہ پر ملک اور اہل ملک کی توانائی کیوں ضائع کی جا رہی ہے ملک اور اہل ملک کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے، ملک کی تعمیر و ترقی کے لئے یہ ضروری ہے کہ غیر ضروری ذہنی انتشار، بدگمانی اور خوف کی فضا ختم کی جائے کوئی ملک اس طرح ترقی نہیں کر سکتا کہ اس کی آبادی کے مختلف عناصر میں اپنے مستقبل کے بارے میں شکوک و شبہات ہوں، اور اس سے بڑھ کر ملک کے لئے

www.abulhasanalinadwi.org

بدخواہی نہیں ہوسکتی کہ وہ توانائی جو ملک کی سالمیت، اس کی حفاظت اور تعمیر و ترقی میں صرف ہونی چاہیئے تھی، وہ شکوک شبہات کو رفع کرنے میں یا شکوک و شبہات کی فضا میں زندگی گذارنے میں خرچ ہو، میں ایک قدم آگے بڑھا کر کہتا ہوں کہ اگر ہم اس اندیشہ میں مبتلا ہیں کہ ہماری آئندہ نسل ہماری طرح ان چیزوں کی معتقد اور ان پر یقین کرنے والی نہیں ہوگی جن پر ہم اعتقاد رکھتے ہیں، اور جو ہمارے لئے ضروری ہیں تو مسلمانوں کے اندر ایک تذبذب اور اندرونی انتشار کی وہ کیفیت پیدا ہوگی جو صرف مسلمانوں کے لئے مضر نہیں ملک کے لئے بھی مضر ہے، یہ ہرگز دانشمندی کی بات نہیں ہے کہ جب ملک میں کوئی مصیبت نہیں آئی، کوئی سائیکلون نہیں ہے کوئی ایمرجنسی کی کیفیت نہیں ہے، کوئی آسمان سے اولے یا گولے نہیں برس رہے ہیں کسی نے اس لئے حملہ نہیں کیا ہے کہ آپ مسلمانوں کے پرسنل لا میں تبدیلی کرائیے ورنہ ہم اس ملک پر قبضہ کرتے ہیں، پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ وقتاً فوقتاً یہ آواز بلند ہوتی رہتی ہے کہ مسلم پرسنل لا میں ترمیم کی جائے۔

۲۔ دوسری ضروری بات یہ ہے کہ دین اسلام کے دائرہ کو سمجھ لیا جائے اس بارہ میں مذاہب میں خود اختلاف ہے، اور اس میں درجوں کا فرق ہے، کئی مذاہب ایسے ہیں کہ وحی و نبوت سے ان کا آغاز ہونے کے باوجود انھوں نے مذہبی زندگی کو ایک خاص دائرہ میں محدود کرلیا ہے مثلاً عبادات

www.abulhasanalinadwi.org

کے دائرہ میں لیکن اسلام کا معاملہ یہ نہیں ہے، اسلام میں دین کا دائرہ پوری زندگی پر محیط ہے، یہ ایک اساسی حقیقت ہے جو عبد و معبود کے تعلق کو سمجھے بغیر سمجھ میں نہیں آسکتی، ہر مسلمان خدا کا فرمانبردار بندہ ہے، اور اس کا تعلق خدا سے دائمی ہے، عمومی ہے، عمیق بھی ہے اور وسیع بھی ہے، محدود بھی ہے جامع بھی قرآن شریف میں ہے، یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ[1]۔ (اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، اور شیطان کے پیچھے نہ چلو، وہ تو تمہارا صریح دشمن ہے۔)

یہاں تحفظ نہیں رزرویشن نہیں کہ اتنا آپ کا اتنا ہمارا، اتنا ملک کا، اتنا اسٹیٹ کا، اتنا خدا کا، اور اتنا خاندان اور قبیلہ کا اتنا دین وملت کا اور اتنا سیاسی مفادات کا نہیں، جو کچھ ہے سب خدا کا ہے، یہاں سب عبادت ہی عبادت ہے، مسلمان کی پوری زندگی عبادت ہے، مسلمان کی پوری زندگی خدا کے سامنے عاجزانہ غلامانہ ہے، اسلام خدا کے سامنے مکمل سپردگی اور اپنے کو SURRENDER بلاشرط حوالہ کرنے کا نام ہے وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت وراثت میں ہمارے اقتصادی حالات کا تقاضہ کچھ اور ہے، یہاں کی مجبوریاں، یہاں کے تمدنی تقاضے، معیار زندگی اور ہمارے

---

[1] سورۃ البقرۃ - ۲۰۸

www.abulhasanalinadwi.org

خاندان کی پچھلی تاریخ، یہ سب اس بات کے متقاضی ہیں کہ ہم وراثت تقسیم نہ کریں، ہم اس زمین کو اسی طرح باقی رکھیں کم سے کم لڑکیوں کو حصہ نہ ملے اس لئے کہ شادی کے بعد یہ حصہ ان کے گھروں کو چلا جاتا ہے، اس کا بالکل اختیار نہیں، اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ دین کا دائرہ پوری زندگی پر حاوی ہے، اور اس میں کسی کو بھی ترمیم کرنے کا حق نہیں، بڑی سے بڑی عدالت، بڑی سے بڑی قوتِ حاکمہ، اور بڑی سے بڑی ہیئت منظمہ اور بڑی سے بڑی دانش گاہ اور یہاں تک کہ بڑے سے بڑے مجتہد اور امامِ وقت کو بھی ان چیزوں میں جو قرآن مجید میں منصوص و قطعی ہیں ایک لفظ، ایک نقطہ کی ترمیم کرنے کی اجازت نہیں ہے، یہ سارے علماء بیٹھے ہوئے ہیں ان کے سامنے کہہ رہا ہوں، اور اگر یہ بات غلط ہے تو ان کا دینی تبحّر اور احساسِ فرض انھیں مجبور کرے گا کہ یہ میری تردید کریں۔

ان دو حقیقتوں کو اگر سمجھ لیا جائے کہ ایک تو یہ کہ یہ دین ہمیں وحی سے ملا ہے، پیغمبر کو بھی اس پر عمل کرنے کا حکم ہے، قرآن مجید میں صاف آتا ہے، ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ[1] (اے پیغمبر) ہم نے آپ کو دین کے خاص طریقہ (شریعت) پر کر دیا ہے تو آپ اسی پر چلتے جائیے، اور بے علموں کی خواہشوں کی پیروی نہ کیجئے۔[2]

---

[1] سورۃ الجاثیہ۔ ۱۸ [2] دینی احکام کا دوسرا ماخذ سنّت ہے (جو وحی غیر متلو ہے)

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

www.abulhasanalinadwi.org

نبیٔ معصوم اور نبیٔ محبوب سے یہ کہا جا رہا ہے تو ہم سے کیسے مطالبہ کیا جا سکتا ہے کہ ہم شریعت کو بدل دیں۔

یہ دو حقیقتیں ہیں جن کو سمجھنے کے بعد اس غلط فہمی کا پردہ ہی چاک ہو جاتا ہے اور ایک غیر ضروری صورت حال کا مقابلہ کرنے اور اس پر اپنی ذہانت صرف کرنے سے ہمیں چھٹی مل جاتی ہے، اور ملک و حکومت کو دوسرے ضروری کاموں کے لئے وقت بچ جاتا ہے۔

ہم سے کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کی وحدت کے لئے، سالمیت کے لئے اور مشترک وطنی شعور کے لئے ضروری ہے کہ ایک مشترک واحد عائلی قانون (UNIFORM CIVIL CODE) نافذ ہو، تو میں ایک سیدھی سی بات پوچھتا ہوں، اسکول کا بچہ بھی اس کا جواب دے سکتا ہے کہ پہلی جنگ عظیم جو ہوئی تھی، وہ اصلاً و ابتداءً برطانیہ اور جرمنی کے درمیان ہوئی تھی، جرمن اور انگریز دونوں نہ صرف یہ کہ کرسچین ہیں بلکہ پروٹسٹنٹ بھی ہیں، اور ان کا عائلی قانون

(باقی صـ۱۸ کا) اور وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور آپؐ کا کسی فعل پر سکوت اور اس کا برقرار رکھنا ہے، اس پورے مجموعے کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (سورۃ الحشر۔ ۷) (اور رسول تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو، اور جس چیز سے تم کو روک دیں تم رک جایا کرو) سنّت بھی حقیقۃً قرآن مجید کے کسی حکم کی تشریح، اجمال کی تفصیل یا اس سے استنباط کا نام ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

بالکل ایک ہے، یہ کوئی بھی شخص معلوم کرسکتا ہے کہ جہاں تک عیسائی قانون کا تعلق ہے ایک ہے، پھر یہ دونوں دشمنوں کی طرح کیوں لڑے؟ اگر یونیفارم سول کوڈ جنگ کو روک سکتا ہے اور نبرد آزمائی اور تصادم سے باز رکھ سکتا ہے تو اس کو وہاں روکنا چاہئے تھا، پھر دوسری جنگ عظیم کا بھی یہی حال تھا کہ کیتھولک اور پروٹسٹنٹ جن کی تہذیب بھی، عائلی قانون بھی بلکہ معاشرت بھی ایک ہے، وہ اس طرح سے لڑے جیسے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوں، آپ عدالتوں میں بھی جاکر دیکھ آیئے کہ جو مقدمے آتے ہیں، مسلمان مسلمان کے خلاف مدعی ہے، مسلمان مسلمان کا مدعیٰ علیہ ہے، اور مسلمان مسلمان کی عزت کو خاک میں ملا دینا چاہتا ہے، اس کے گھر پر ہل چلا دینا چاہتا ہے ان دونوں کا عائلی قانون بھی ایک ہے، بعض اوقات تو خون بھی ایک ہوتا ہے، دونوں فریق ایک نسل ایک خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، درحقیقت اختلافات اور دشمنیوں کا تعلق نفسانیت سے، دولت پرستی کے جنون سے ہے، نفس پرستی اور مادیت سے ہے، اس غلط نظام اور نصاب تعلیم سے ہے، جس نے اخلاقیات کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے، اس کا تعلق ہرگز عائلی قانون کے اختلاف سے نہیں ہے، یہ میں ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں اور چیلنج کرتا ہوں کہ عائلی قانون ایک ہوجانے سے اخلاقی صورت حال میں قطعاً ایک ذرہ کا فرق بھی نہیں پڑیگا، پھر کیوں بار بار اس کا حوالہ دیا جاتا ہے کہ یونیفارم سول کوڈ ہونا چاہئے،

www.abulhasanalinadwi.org

تاکہ آپس میں اتحاد و اُلفت پیدا ہو۔

حضرات! جاننے والے جانتے ہیں کہ میرا اس گروہ اور خاندان سے تعلق ہے جس نے سب سے پہلے انگریزوں کے خلاف عَلمِ جہاد بلند کیا، اور بیش از بیش حصہ لیا، کلکتہ کی یہ سرزمین خاص طور سے اس کی شہادت دیتی ہے کہ وہ ایمانی قافلہ حجاز جاتے ہوئے یہیں سے گذرا تھا، اسی خلیج بنگال سے روانہ ہوا تھا، اور اپنے مستقر سے یہاں تک ایمان توحید وسنّت اور دینی حمیّت کی روشنی پھیلاتا ہوا آیا تھا[1]، اسی نے سارے ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف جہاد کی روح پھونک دی[2]، قرآن کہتا ہے کہ تمھیں عصبیت اور بُغض اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف کا دامن ہاتھ سے جانے دو، اور تعصّب و حق پوشی سے کام لو۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ[3]۔ (اور لوگوں کی دُشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف

---

[1] اس سے مراد حضرت سید احمد شہیدؒ کا وہ قافلہ ہے جو حج کی نیت سے شوال ۱۲۳۶ھ (جولائی ۱۸۲۱ء) میں اپنے مستقر رائے بریلی سے کلکتہ کے لئے روانہ ہوا تھا آغاز میں اس میں چار سو آدمی شریک تھے، راستہ میں اضافہ ہوتا گیا، کلکتہ سے روانگی کے وقت تک ۶۹۳ آدمی ہوگئے یہ سفر رائے بریلی سے کلکتہ تک دریائے گنگا کے راستہ سے ہوا تھا، اور ہر جگہ اصلاح و تبلیغ کا عظیم الشان کام انجام پایا تھا۔ [2] ملاحظہ ہو سر ولیم ہنٹر کی کتاب OUR INDIAN MUSALMANS [3] سورۃ المائدۃ - ۸

www.abulhasanalinadwi.org

چھوڑ دو، انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے۔)

انگریز اس بارہ میں زیادہ حقیقت پسند تھے، انھوں نے جب ہندوستان میں حاکمانہ طریقہ پر قدم رکھا تو انھوں نے اچھی طرح یہ سمجھ لیا کہ مسلمانوں کو ہندوؤں کے عائلی قانون میں دخل نہیں دینا چاہئے، ان کو اس میں آزاد رکھنا چاہئے، اسی کے نتیجہ میں ہندوستان میں محمڈن لا کا اتنا بڑا کام ہوا، اسی کلکتہ کی سرزمین پر اور خاص طور پر بادش بخیر رائٹ آنریبل جسٹس سید امیر علی کے ہاتھوں اور سر عبدالرحیم وغیرہ کے ذریعہ ہوا، انگریزوں نے دو کام بڑی عقلمندی کے کئے، انھوں نے اس بات کو پالیا کہ بے ضرورت جذبات کو مجروح نہیں کرنا چاہئے اور مشکلات نہیں پیدا کرنی چاہئیں، یہ ایک ایسی قوم کا طرز عمل ہوتا ہے جو حکمرانی کا تجربہ رکھتی ہے، انھوں نے دو باتیں طے کیں ایک تو یہ کہ عائلی قانون اور مذہب میں مداخلت نہیں ہونی چاہئے، دوسری بات یہ کہ نظام تعلیم سیکولر ہونا چاہئے کہ بلی کتے کے قصے پڑھاؤ مگر کسی دوسرے مذہب کی تلقین نہ کرو ہم نے انگلش پرائمر اور ریڈریں پڑھی تھیں، ان میں شروع سے اخیر تک یہ دیکھا کہ جنوں اور بھوتوں پریتوں تک کے قصے اور افسانے آئے، جانوروں کے قصے آئے لیکن کہیں یونانی رومن دیومالا (MYTHOLOGY) کی بات کر سچین میتھالوجی کی بات نہیں آئی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک اطمینان کی کیفیت رہی، وہ بنیادیں دوسری تھیں جن بنیادوں پر ہندوستان کے مسلمانوں نے اور دوسرے

www.abulhasanalinadwi.org

عناصر نے مل کر یہاں غلامی کا جُوا اپنے سر سے اُتار کر پھینک دیا، اور جنگ آزادی لڑی، ان دونوں دانشمندانہ فیصلوں نے ان کی حکومت کی بقاء میں مدد کی اور اس کی مدت کو دراز کیا، ورنہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، اپنے تاریخ کے مطالعہ کی روشنی میں کہتا ہوں کہ جو واقعہ ۱۸۵۷ء میں پیش آیا وہ ۱۷۵۷ء میں پیش آسکتا تھا، اور پیش آنا چاہیئے تھا، اور اُنیسویں صدی کے بالکل اوائل میں پیش آجانا چاہیئے تھا، یہ سو برس سے زائد جو انھوں نے یہاں اطمینان سے حکومت کی، اس میں ان کی اس دانشمندی کو دخل ہے کہ باشندگانِ ملک کی مذہبیات میں ان کے عائلی قانون میں دخل نہ دو، ان کے نظام تعلیم میں دخل نہ دو، ان کو سکولر طریقہ پر پڑھاؤ، اپنے اپنے مذہب کے مطابق یہ عقیدہ رکھیں، عمل کریں۔

میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مسلمان اگر مسلم پرسنل لا (شرعی عائلی قانون) میں تبدیلی قبول کرلیں گے تو آدھے مسلمان رہ جائیں گے، اور اس کے بعد خطرہ ہے کہ آدھے مسلمان بھی نہ رہیں، فلسفۂ اخلاق، فلسفۂ نفسیات اور فلسفۂ مذاہب کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ مذہب کو اپنے مخصوص نظام معاشرت و تہذیب سے الگ نہیں کیا جاسکتا، دونوں کا ایسا فطری تعلق اور رابطہ ہے کہ معاشرت مذہب کے بغیر صحیح نہیں رہ سکتی، اور مذہب معاشرت کے بغیر موثر و محفوظ نہیں رہ سکتا، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ

www.abulhasanalinadwi.org

مسجد میں آپ مسلمان ہیں (اور مسجد میں کتنی دیر مسلمان رہتا ہے اپنے سارے شوق عبادت کے باوجود؟) اور گھر میں مسلمان نہیں، اپنے معاملات میں مسلمان نہیں، اس لئے ہم اس کی بالکل اجازت نہیں دے سکتے کہ ہمارے اوپر کوئی دوسرا نظام معاشرت نظام تمدن، اور عائلی قانون مسلط کیا جائے، ہم اس کو دعوتِ ارتداد سمجھتے ہیں، اور ہم اس کا اس طرح مقابلہ کریں گے، جیسے دعوتِ ارتداد کا مقابلہ کیا جانا چاہیئے، اور یہ ہمارا شہری، جمہوری اور دینی حق ہے، اور ہندوستان کا دستور اور جمہوری ملک کا آئین اور مفاد نہ صرف اس کی اجازت دیتا ہے، بلکہ اس کی ہمت افزائی کرتا ہے کہ جمہوریت کی بقاء اپنے حقوق کے تحفظ اور اظہار خیال کی آزادی اور ہر فرقہ اور اقلیت کے سکون و اطمینان میں مضمر ہے۔

آخر میں آپ کے اس اعتماد و اعزاز کا نیز آپ کی توجہ و التفات کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جس کا آپ نے مجھے اپنے خیالات کے بے لوث و آزاد طریقہ پر پیش کرنے کی اجازت دے کر اظہار فرمایا و آخر دعوانا آنِ الحمد للہ ربّ العالمین ○

www.abulhasanalinadwi.org